بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن کریم اور ضمیر بیدار

تحریر:- حافظ احمد یار
شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور

حمد و صلوٰۃ کے بعد۔۔۔۔ اِنْ کل نفس لما علیہا حافظ"

انسان کو اللہ تعالےٰ نے جن باطنی قوتوں سے نوازا ہے ان میں سے دل و دماغ یا عقل و ضمیر دو نہایت اہم قوتیں ہیں — جس طرح بیرونی حواس کا فقدان یا ان کی صحت و سقم انسان کی مادی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں - اسی طرح انسان کی ان اندرونی طاقتوں کی صحت و قوت یا ان کا فساد و ضعف اس کی اخلاقی و روحانی زندگی پر بھی اثر انداز ہوتا ہے اور بالآخر اس کی اُخروی زندگی میں سعادت و شقاوت اور فلاح یا خسارہ کا باعث بنتا ہے — ہمارا آج کا موضوع لفظ "ضمیر" اگرچہ عربی زبان ہی کا لفظ ہے جو انسان کی باطنی و قلبی کیفیت اور داخلی شعور کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے تاہم قرآن کریم میں یہ لفظ کہیں استعمال نہیں ہوا — اردو اور عربی میں اب یہ لفظ "ضمیر" عام طور پر انگریزی لفظ 'Conscience' کے لئے استعمال ہونے لگا ہے — جو انسان کی ایک اہم باطنی کیفیت یا قلبی استعداد — FACULTY OF MIND بلکہ Highest Faculty of Mind کے طور پر فلسفہ و نفسیات والوں کا ایک خاص موضوع ہے — عموماً اسے ایک ایسی اندرونی استعداد یا قوت سمجھا جاتا ہے جو بصورت صحت خود انسانی حواس و احساسات اور ہیجانات کے زیر اثر رونما ہونے والی کمزوریوں پر قابو پانے کی صلاحیت رکھتی ہے جنہیں اصطلاحاً Temptation کہا جاتا ہے — نفسیات والوں کے نزدیک ہر دو (یعنی) Conscience اور Temptation انسان کی شعوری خواہشات اور غیر شعوری

محرکات کے درمیان ایک کشمکش کے دو مظاہر ہیں — مسیحی عقائد کے مطابق ضمیر کو 'Voice of God within human Soul' کہا گیا ہے - ایک حدیث شریف میں بیان کردہ ایک مثال میں بھی "واعظ اللہ فی قلب کل مومن" کہہ کر اسی باطنی قوت یعنی ضمیر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے

بہرحال یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان کے اندر اخلاقی بصیرت کی ایک جبلی استعداد بھی رکھی گئی ہے — عملی انحراف و فساد کے باوجود — اور گمراہی کی استثنائی کیفیات کے سوا — انسان کے اندر نیکی یا فضیلت کے بارے میں ایک اعتراف یا محبت اور برائی یا رذیلت کے بارے میں کے بارے میں نفرت پائی جاتی ہے ———— دوسروں کو برا کام کرتے دیکھ کر اسے دکھ ہوتا ہے اور وہ خود بھی اپنے ذاتی اخلاقی عیوب کو ناپسند کرتا ہے - اور اگر کسی ایسی چیز کا مرتکب ہوتا ہے تو یا تو اسے چھپاتا ہے۔ یا اس پر اسے سخت ندامت ہوتی ہے - یا پھر عقل کی مدد سے اس کے لئے جواز تلاش کرتا ہے - (بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ ولو القی معاذیرہ) کوئی آدمی اپنے آپ کو جھوٹا خائن اور دغا باز کہلانا آخر کیوں پسند نہیں کرتا -

قرآن کریم بالعموم اپنے اخلاقی نظام کی بنیاد خیر و شر اور عدل و ظلم کے درمیان تمیز رکھنے والے اسی عام انسانی شعور پر رکھتا ہے - اور عملی ہدایات دیتے وقت ان (قدروں) کے فہم کے بارے میں انسان کی اسی باطنی حس پر اعتماد کرتا ہے - معروف، منکر، عدل، احسان، فحشاء، امانت اور خیانت وغیرہ کی شرعی وضاحت کے ساتھ ساتھ قرآن کریم میں چالیس سے زیادہ مقامات پر خیر و شر کی تمیز کے بارے میں انسان کے اس اخلاقی ضمیر اور اسی اندرونی حس پر زور دیا گیا ہے - اور یہی وہ حس یا ضمیر ہے جو انسان کے قلب، دماغ اور اعضا و جوارح کے اعمال میں ہم آہنگی نہ پائے جانے پر ٹھیک اسی طرح مضطرب ہوتا ہے جس طرح انسانی اعصاب کسی جسمانی اذیت سے متاثر ہوتے ہیں -

———— قرآن کریم میں اس انسانی استعداد کا ذکر مختلف ناموں سے کیا گیا ہے - غالباً سب سے نمایاں بیان اس کا "نفس لوامہ" کے نام سے کیا گیا

ہے۔سورۃ القیامۃ میں اسی نفس لوامہ یا انسان کے اخلاقی ضمیر کو زندگی بعد از موت کی شہادت اور دلیلِ صداقت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ ——— مفسّرین نے قیامت اور نفسِ لوّامہ میں مناسبت اور باہمی تعلق پر بعض عمدہ نکات اور نفسِ لوّامہ کے معنی مُراد کے بارے میں جو مختلف اقوال بیان کئے ہیں ۔ ان میں اکثر نے اسے ضمیرِ انسانی کے ہم معنی بھی قرار دیا ہے ۔ ———

مثلاً رازی نے ایک معنی —"النفس الشریفۃ التی لا تزال تلوم نفسہا" کیا ہے ۔ طبرسی نے ایک مفہوم —النفس المؤمنۃ التی تلوم نفسہا فی الدنیا وتحاسبہا" بیان کیا ہے ———

رُوح المعانی میں ایک قول یوں بھی بیان ہوا ہے ——— ھی التی تنورت بنور القلب فکلما صدر عنہا سیئۃ بحکم جبلتھا الظلمانیۃ اخذت تلوم نفسہا ونفرت عنہا —

——— لوّامہ (باربار ندامت دلانے والا) کے صیغۂ مبالغہ میں جو ایک اعادہ وتکرار کا مفہوم ہے وہ بھی اسی دنیا میں ضمیر کا عمل مراد لئے جانے پر ایک مزید دلیل ہے ۔

——— بعض مفسرین نے "ان کل نفس لما علیہا حافظ" کی تفسیر میں اس "حافظ" کے معانی میں انسان کی اس باطنی استعداد اور تمیزِ خیر و شر کی طرف بھی اشارہ کیا ہے (رُوح المعانی)

ایک مؤلف نے ابن درید کی کتابُ الاشتقاق کے حوالے سے "مسلم" کے معنی میں یہ بات لکھی ہے کہ "اشتقاق المسلم من قولھم اسلمت للہ ای سلم لہ ضمیری ای خلص : ہے — ابن درید کی اس تعریف میں اسلام اور ضمیر کے تعلق کے اس ذکر سے یہ بات بھی ذہن میں آتی ہے کہ خود ضمیر حق و باطل کا معیار ہرگز نہیں ۔ تاہم اسے حق و باطل کا جو معیار دے دیا جائے ۔ تو پھر وہ انسان کے ظاہر و باطن میں اس معیار کے تضاد پر مضطرب اور بے چین ہو جاتا ہے ۔ اور انسان کو ایسے رویہ پر ٹوکتا ہے —

یہ نفس لوامہ یا ضمیرِ حافظ یا اخلاقی بصیرت ایک زبردست قوت ہے مگر اس کی مثال کمپیوٹر کی سی ہے جو مطلوبہ جواب فوراً دیتا ہے مگر Feeded

Data کے مطابق —— نیکی و بدی کا جو تصور ضمیر کو Feed کر دیا جائے۔ تو وہ اس کے مطابق بوقت ضرورت آناً فاناً نیکی یا بدی کے بارے میں سگنل دے گا۔

ضمیر کے اندر نیکی بدی کا یہ تصور یا مواد (Data) مختلف ذرائع سے بہم پہنچایا جاتا ہے — جس کا سب سے اعلیٰ اور درست ذریعہ تعلیماتِ رسالت ہیں —— حواس ظاہری کی طرح انسان کی یہ باطنی قوت (ضمیر) بھی اپنی قوت و فعالیت میں یکساں نہیں رہتی کہ انسان کے کردار کو ہمیشہ اپنا پابند بنا سکے۔ اس لئے اس کے ساتھ ہی اس استعداد کی تقویت یا تربیت کے لئے ایک دوسری انسانی قوت یعنی عقل و دانش اور خصوصاً اجتماعی عقلِ انسانی —— بلکہ ہر دور کے اہلِ صلاح و صالحین کی تائید حاصل کرنے والے اصول و احکام سے مدد لینا بھی ضروری ہے۔

—— شاید یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کتبِ سماویہ اور سابقہ انبیاء کرامؑ کی تعلیمات کو بنیادی اہمیت دیتا ہے۔ اس طرح قرآن اور اسلام کے حوالہ سے بات کرتے ہوئے اس وقت ہمارا اصل موضوع مطلقاً "ضمیر" نہیں بلکہ قرآن و سُنّت کی روشنی میں پروردہ و تربیت یافتہ ضمیر ہے جسے ہم دینی ضمیر کہہ سکتے ہیں۔ تمام انبیاء کی بعثت کا مقصد اسی دینی ضمیر کی تربیت یا ضمیر کی دینی تربیت تھا کیونکہ تزکیۂ نفوس کی اصل اور مضبوط اساس یہی ہے۔

قرآن کریم کی رُو سے نہ صرف انفرادی بلکہ اجتماعی دینی ضمیر کی تربیت ضروری ہے۔ جس طرح انسانی حواس بیماری، ضعف یا فقدان کا شکار ہو سکتے ہیں، اسی طرح انسان کی یہ اندرونی قیمتی استعداد — ضمیر — بھی اس قسم کی آفات کی زد میں آ سکتی ہے۔ اس لئے قرآن کریم نے اس باطنی حس کو زندہ، استوار اور فعال و بیدار رکھنے پر نہ صرف زور دیا ہے بلکہ اس کیلئے عملی تدابیر بھی بیان کی ہیں۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسان کے اندر محض خارجی ذرائع سے کوئی تبدیلی نہیں لائی جا سکتی جب تک خود اس کے اندر تبدیلی نہ پیدا ہو۔ یہ بات افراد و اقوام سب پر صادق آتی ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے

انسان کی ان اندرونی قوتوں یعنی لُبّ وعقل اور قلب وضمیر کو مخاطب کیا ہے۔ اور اپنی اس فطری استعداد سے مطلقاً کام نہ لینے والوں کو "کالانعام بل ھم اضل" کہا ہے۔

ضمیر کو حق شناس بنانے، اسے بیدار رکھنے اور اس کی تقویت اور صحیح تربیت کے لئے قرآن کریم نے حسب ذیل اقدامات و تدابیر کا ذکر کیا ہے۔

● سب سے پہلی چیز ایمان باللہ ہے۔ کسی فلسفی کا قول ہے کہ عقیدہ یا (ایمان) کے بغیر ضمیر کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی عدالت بغیر جج کے ہو" ——

ایمان باللہ کے بغیر قلب ایک بنجر زمین ہے لیکن جب ایمان اعماقِ قلب تک پہنچتا ہے تو ضمیر کا پودا اس میں برگ و بار لانا شروع کر دیتا ہے۔ اور بقول باہُو قلبِ مومن کے پودے کی خوشبو انسان کے باطن سے نکل کر اس کے ظاہر یعنی اس کے اعمال میں سرایت کرنا چاہتی ہے — یہ اس کا فطری تقاضا ہے۔

● ذکر اللہ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے احکام کی بار بار یاد اس کا اعادہ اور تکرار دینی ضمیر کی تربیت کے لئے دوسرا اہم اقدام ہے اسلامی عبادات انفرادی دینی ضمیر بلکہ اجتماعی دینی ضمیر کو زندہ و بیدار رکھنے کا ایک نہایت مؤثر ذریعہ ہیں۔ اور شاید اسی لئے تمام اسلامی عبادات کو ایک اجتماعی رنگ دیا گیا ہے۔

انفرادی سطح پر بھی عبادات انسان کے لئے اخلاقی و دینی ضمیر کی بیداری کا باعث بنتی ہیں۔ کیونکہ ہر عبادت سرّاً و علانیۃً رب کے ساتھ ربط و تعلق کا باعث بنتی ہے۔ اور ظاہر و باطن و سرًّا و علانیۃً یکسانیت ہی سے ضمیر مطمئن ہو سکتا ہے۔ حواس کی لذتوں کی طرح ضمیر یا باطن کی لذت کا سامان اس یکرنگی میں پوشیدہ ہے۔

● توبہ اور رجوع الی اللہ —— ضمیرِ انسانی کو زندہ اور بیدار رکھنے کے لئے ایک نہایت موثر ذریعہ بھی ہے اور بیداریٔ ضمیر کی علامت بھی ہے۔ جب ضمیر کی آواز کسی "جھالۃ" کے باعث نظر انداز کر کے انسان کوئی بُرا کام کر بیٹھتا ہے تو قرآن کریم کے حکم کے مطابق ایسے آدمی نے گویا اپنے ضمیر کو سخت خطرے

میں ڈال دیا ہے -اسے فوراً اپنے ضمیر کو موت سے بچانا چاہیئے -جس طرح کسی گرے ہوتے مکان کے ملبہ کے اندر سے فوری کارروائی کے ذریعے کسی کی جان بچائی جا سکنے کے امکانات ہوتے ہیں -اسی طرح گناہ کے اس ملبے سے ضمیر کو نجات دلانے کے لئے "یتوبون من قریب" پر عمل کرنا ضروری ہے -

توبہ اور اصلاح استغفار کے سلسلے میں قرآن کریم کے تمام احکام کا مقصد انسان کی اس باطنی استعداد کو فنا سے بچانا اور اسے برقرار رکھنا ہے -

قرآن کریم میں توّابین کا صیغہ مبالغہ ایک سے زیادہ جگہ آیا ہے جس میں تکرار کا مفہوم موجود ہے - قرآن کریم میں ہی دوسری جگہ صفاتِ مومنین میں "ولم یصرّوا علی ما فعلوا" کا ذکر بھی آیا ہے -ایک حدیث شریف میں "لم یُصِر من استغفر وان عاد فی الیوم سبعین مرّۃ — توبہ و استغفار کا یہ عملِ پیہم انسان کو اس عدمِ اصرار کی منزل تک پہنچانے کا بہترین ذریعہ ہے -

ضمیرِ بیدار کی اصل اہمیت گناہ سے بچانے میں نہیں بلکہ گناہ پر پچھتانے اور ندامت آشنا کرانے میں ہے - اصل توبہ ندامت ہی کا نام ہے انما التوبۃ الندم — اور ضمیر کی یہ ندامت کوئی معمولی شئے نہیں یہ تو اجرائے حد سے بھی سخت تر شئے ہے -

● دینی ضمیر اور خصوصاً اجتماعی دینی ضمیر کو زندہ و بیدار رکھنے کے لئے ہی قرآن کریم نے ایک نظامِ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر زور دیا ہے — امر بالمعروف - تواصی بالحق والصبر اگر ضمیرِ دینی کے لئے باعث نشاط و قوت ہیں تو نہی عن المنکر دینی ضمیر خصوصاً اجتماعی دینی ضمیر کو موت و ہلاکت سے بچانے کے لئے ناگزیر ہے - قوموں اور ملّتوں کی حیاتِ اجتماعیہ میں منکرات وبا کی طرح پھیلتے ہیں -اور اگر فوری تدارک اور مسلسل نگرانی نہ کی جائے تو اجتماعی ضمیر کی موت واقع ہو جاتی ہے — بنی اسرائیل کا واقعہ قرآن و حدیث میں اس کی واضح مثال کے طور پر بیان ہوا ہے - کانوا لا یتناھون

عن منکر فعلوہ ـــ کے باعث ہی وہ لعنت کے مستحق ٹھہرے تھے۔
ـــ اسلامی حکومت کے چار اہم اور بنیادی فرائض میں آخری نہی عن المنکر ہے (الذین ان مکنّاھم ۔ ۔ ۔ ۔ عاقبۃ الامور سورۃ الحج:۴۱)
پہلے تینوں امور (صلوٰۃ زکوٰۃ امر بالمعروف) اگر ضمیر کی غذا ہیں تو وجودِ منکر ضمیر کے لئے سمّ قاتل ہے ـــ نہی عن المنکر سے غفلت پہلے تین امور کے مثبت اثرات پر پانی پھیر دینے والی بات ہے ۔کیا کیا آپ کسی کو طاقت ور اور مفید غذائیں کھلانے کے ساتھ تھوڑا سا زہر کھلا دینے کو معمولی بات سمجھ سکتے ہیں؟ ۔ نماز و زکوٰۃ کا اہتمام کرنے والے اگر صواحبِ یوسف کے ساتھ سمجھوتے بھی کرتے پھیریں تو ع "ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیئے!"
منکرات کو مٹانے کے اس امتحان میں عوام کے لئے تو چلئے اضعف الایمان کا گریڈ حاصل کرنے کا امکان موجود ہے ـــ مگر "لمبے ہاتھوں والے" اور "لمبی زبانوں والے" اصحابِ ابلاغ کے ایمان و ضمیر کے متعلق کیا رائے قائم کی جا سکتی ہے؟

● ـــ ضمیر بیدار کی رعایت کے حق میں قرآن کریم کا یہ حکم بھی قابل ذکر ہے کہ بیدار اور زندہ ضمیر والوں کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے ۔ مردہ ضمیر والے بڑے صاحبوں پر اپنی توجہات مرکوز کرنے کی بجائے باضمیر عوام کو تلاش کیجئے ـــ "عبس و تولیٰ" کے واقعہ نزول میں کیا اس حقیقت کی طرف اشارہ نہیں ہے

● ـــ جب ایمان ۔ ذکر اللہ ۔ تقویٰ اور خشیۃ اللہ کے ذریعے ضمیر کی تربیت و تقویت کی جائے تو وہ اس درجہ بیدار اور انتاحساس ہو جاتا ہے کہ اس مرحلہ پر ضمیر کا فتویٰ فقہاء کے فتووں پر قابل ترجیح ہو جاتا ہے تقویٰ کے ذریعے درجۂ فرقان تک پہنچ جانے پر ہی "استفت قلبک" کا اطلاق ہوتا ہے ۔
ـــ البر ما اطمانت الیہ النفس واطمان الیہ القلب والاثم ما حاک فی النفس وتردد فی الصدر اسی درجے کے لئے کہا گیا ہے ۔

دینی ضمیر کی نیند یا موت کی سب سے زیادہ خطرناک صورت علماء اور رجال دین کے ضمیروں کا سو جانا یا مر جانا ہے۔ قرآن کریم یہود کے بارے میں کہا گیا ہے کہ "لولا لاینھاھم الربانیون والاحبار عن قولھم الاثم و اکلھم السحت لبئس ما کانوا یصنعون"۔ ایسے ضمیر علماء سے ہدایت حاصل کرنے کی بجائے آدمی کے لئے اپنے دینی ضمیر سے کام لینا شاید زیادہ بہتر ہے — معرّی نے اسی لئے کہا تھا ؎

والعصا للضریر خیرٌ من القا — ئد فیه الفجور والعصیان

قرآن کریم نے اپنے بعض احکام میں صورت امتثال یا کیفیت تعمیل کا فیصلہ خود ضمیر بیدار پر چھوڑ دیا ہے - اس کی ایک بڑی مثال "قل العفو" میں اس "العفو" کا تعین ہے ضرورت سے زائد کے اس تعین میں ہی آدمی کے ایمان و ضمیر کا سب سے بڑا امتحان ہے — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور خصوصاً حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نے اس کی جو عملی مثال قائم کی وہ تاریخ عالم میں اپنی نظیر آپ ہے کہ حکمران ہوتے ہوئے خوراک، لباس اور مکان کے لحاظ سے اپنا معیارِ زندگی اس سے اونچا نہیں ہونے دیا جو وہ اپنی رعیت کے افراد کو کم از کم مہیا کر سکتے تھے -

قرآن کریم کی آیت "اقرء کتابك کفی بنفسك الیوم علیك حسیبا" سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میزانِ ضمیر ہی میزانِ آخرت ہو گی — ضمیر بیدار کو اسی دُنیا میں محاسبِ اعمال بنانا ہی حسابِ آخرت کی سب سے بڑی اور عمدہ تیاری ہے -

قرآن کریم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ "نہی النفس عن الھوی" اگر ضمیر کی بیداری کا ثبوت ہے — اور ایثار الحیوۃ الدنیا اگر ضمیر کی قطعی موت کا ثبوت نہ بھی ہو تو بھی خیریت کی علامت ضرور نہیں ہے -

اور ضمیر کی موت ہی دلوں پر لگنے والی وہ خدائی مہر ہے جس کے بعد انسان کے اندر سے کسی تبدیلی کے امکانات بالکل ختم ہو جاتے ہیں -

اعاذنا اللہ من ھذا